نقشِ
حیات امام علی نقی ہادیؑ

ولادت : ۵ رجب ۲۱۴ھ
شہادت : ۳ رجب ۲۵۴ھ

نقش زندگانی امام علی نقی علیہ السلام

ماہ رجب ۲۱۲ھ کی پانچویں تاریخ تھی جب امام محمد تقی علیہ السلام کے بیت الشرف میں ایک اور نورالٰہی جلوہ گر ہوا اور قدرت نے سلسلۂ امامت کے دسویں وارث پیغمبرؐ کو اس دار دنیا میں بھیج دیا۔

امام محمد تقیؑ کی زندگی اس دور میں نہایت درجہ کش مکش میں گذر رہی تھی۔ امام علی رضاؑ کی شہادت کے بعد مامون نے آپ کو مدینہ سے بغداد طلب کر کے مصالح حکومت کے تحفظ کے لیے اپنا داماد بنالیا تھا اور اس طرح آپ کی گھریلو زندگی بھی پریشانیوں کا شکار ہو گئی تھی۔ باہر کے مصائب اپنے مقام پر تھے گھر کے اندر بھی سکون نہ مل سکا۔ کہاں امامت کی سادہ اور پاکیزہ زندگی جہاں دل پر خوف خدا کی حکومت اور گھر میں تقوی اور تقدس کا ماحول ہو اور کہاں نعمتوں اور عشرتوں کی پروردہ خاتون جس نے آنکھ کھولنے کے بعد سے ایک دن بھی صحیح اسلامی ماحول نہ دیکھا ہو۔ قدم قدم پر زحمتیں، رکاوٹیں اور مصیبتیں

امام علیہ السلام نے ایک سال کے اندر مسئلہ کا یہ حل نکالا کہ مامون کے عشرت کدہ کو چھوڑ کر مدینہ کا شریعت کدہ آباد کیا جائے اور اس طرح آپ بغداد سے مدینہ چلے آئے لیکن یہاں بھی وہ مصیبت بہرحال ساتھ رہی اور ام الفضل حضرت کو پریشان کرنے کے علاوہ باپ کو برابر شکایتی خطوط لکھتی رہی اور حکومت میں حضرت کے خلاف زمین ہموار کرتی رہی یہاں تک کہ قدرت نے تسلسل امامت کو برقرار رکھنے کے لیے آپ کو عقد ثانی پر آمادہ کیا اور آپ نے جناب سمانہ مغربیہ سے عقد فرمالیا۔ عقد کرنا تھا کہ گھر میں قیامت آگئی اور ام الفضل نے سر پر آسمان اٹھالیا۔ باپ سے فریاد، اعزا سے شکایت، حکومت کے اندر سازش اور نہ جانے کتنے فتنے۔ امام محمد تقیؑ ان تمام فتنوں اور سازشوں کی پرواہ کیے بغیر اپنے کار ہدایت میں مصروف رہے اور گھریلو زندگی میں

ایک دن بھی یہ گوارا نہ کیا کہ شہزادی کو عام گھرانے کی خاتون پر مقدم کر دیا جائے جس کے سخت ترین نتائج کا اندازہ ہر وہ انسان لگا سکتا ہے جس نے ایسے حالات کا مشاہدہ کیا ہو۔ پھر قیامت بالائے قیامت یہ ہوئی کہ تھوڑے عرصہ کے بعد رب العالمین نے جناب سمانہ مغربیہ کو صاحب اولاد بنا دیا۔ ام الفضل کے لیے اولاد سے محرومی، زندگی کی سادگی، گھر میں دوسری بیوی کی موجودگی ہی کیا کم مصیبت تھی کہ اب ایک اور افتاد سامنے آگئی کہ میں صاحب اولاد نہ ہو سکی اور یہ خاتون صاحب اولاد ہو گئی۔

اسلام کی تاریخ میں لاولد خاتون کا صاحب اولاد خاتون سے حسد ایک قدیم ترین روایت ہے جس سے بڑی بڑی خواتین بھی محفوظ نہیں رہ سکیں تو ام الفضل تو کسی خاص اسلامی شخصیت کی مالک بھی نہیں تھی اور نہ عالم اسلام نے اس سے آدھا تہائی دین حاصل کیا ہے۔ نتیجہ جو ہونا چاہیے تھا وہی ہوا مگر قدرت جب کید کائدین اور مکر ماکرین کا جواب دینا چاہتی ہے تو فرعون کی لاکھوں کوششوں کے باوجود موسیٰ کو عالم وجود میں لے آتی ہے۔ چنانچہ امام علی نقیؑ اس دنیا میں آگئے اور عالم اسلام و ایمان میں بہار آنے کے ساتھ ساتھ ام الفضل کے گلشن تمنا میں خزاں کا دور دورہ ہو گیا اور امام علی نقیؑ کی زندگی کا آغاز ایک عجیب و غریب حاسدانہ ماحول میں ہوا۔

● آپ کی والدہ ماجدہ جناب سمانہ مغربیہ تھیں جن کا نسبی رشتہ تو بہرحال غیر عرب ماحول سے تھا اور اس بنیاد پر عرب کسی انسان کو وہ مرتبہ دینے کے لیے تیار نہیں تھے جو ان کی نگاہ میں خود عربوں کا ہوتا ہے اور اپنے علاوہ ہر ایک کے ساتھ غلام اور کنیز جیسا ہی برتاؤ کرتے تھے لیکن کردار کے اعتبار سے آپ کا مرتبہ تمام عرب خواتین سے بلند تھا اور اسی لیے ائمہ طاہرینؑ نے عرب کے شریف ترین قبیلہ سے تعلق رکھنے کے باوجود عجمی خواتین سے عقد کیا ہے کہ اسلام سے عرب و عجم کا تفرقہ اور عربوں کے نسبی غرور کا خاتمہ ہو جائے اور اسلام میں ایمان و کردار کی اہمیت کا بھی مظاہرہ ہو جائے۔ جناب سمانہ کی کم سے کم یہ تعریف کی گئی ہے کہ آپ تمام سال کے روزے کی پابندی کیا کرتی تھیں جسے صوم دہر کہا جاتا ہے اور روایات میں اس کی بے پناہ فضیلت وارد ہوئی ہے۔ بعض روایات میں صوم دہر نہ رکھ سکنے والے افراد کو اس کے ثواب کے حاصل کرنے کا ذریعہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہر ماہ میں تین روزے رکھ لے تو وہ ثواب کے اعتبار سے کم سے کم ۳۰ کے برابر ہو جائیں گے اور پورے مہینے کے روزہ کا اجر مل جائے گا۔ لیکن کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ مجبوری کا علاج ہے کاہلی

اور چالاکی کا نسخہ نہیں ہے لہذا صاحبان استطاعت کو ثواب حاصل کرنے کے لیے ترکیبوں کے بجائے اعمال کا سہارا لینا چاہیے اور پھر اعمال کی قبولیت کے لیے اخلاص کا سہارا لینا چاہیے تاکہ عمل بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول قرار دیا جاسکے۔

صوم دہر کے سلسلہ میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس میں وہ دن بہرحال معاف کر دیے جاتے ہیں جن میں شریعت کی طرف سے روزہ رکھنے پر پابندی ہے اور جن کے روزوں سے شریعت نے خود روک دیا ہے اس لیے کہ اسلام میں عمل کی بنیاد عبادت ہے عادت نہیں ہے۔ حکم الٰہی عمل سے متعلق ہوجائے تو عمل کرنا عبادت ہے اور حکم الٰہی ترک عمل سے متعلق ہوجائے تو عمل کا ترک کردینا ہی عبادت خالق اور بندگی پروردگار ہے۔ اس میں کسی رسم و رواج اور جذبات و احساسات کی دخل اندازی کی گنجائش نہیں ہے اور نہ عبادت کا تعلق بندگانِ خدا کی تعریف یا تنقیص سے ہوتا ہے۔ عبادت نگاہ ربوبیت میں قابلِ تعریف ہوتی ہے اس میں نگاہ عبودیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

● آپ کا اسم گرامی علیؑ تھا اور القاب میں نجیب، مرتضیٰ، عالم، فقیہ، ناصح، امین، موتمن، طیب، نقی اور ہادی وغیرہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے بلکہ بعض روایات میں آپ کا ایک لقب متوکل بھی ہے لیکن آپ نے اپنے اصحاب کو اس لقب سے یاد کرنے سے منع فرما دیا تھا کہ اس طرح ظالم بادشاہ کو انتقام لینے کا ایک اور بہانہ مل جائے گا یا عوامِ امت پر کردار مشتبہ ہوجائے گا اور وہ ہر متوکل کو ایک ہی طرح کے کردار کا حامل تصور کرنے لگیں گے۔

● سامرہ کے محلہ عسکر میں قیام کی بنا پر آپ کو عسکری بھی کہا جاتا ہے اور آپ کے فرزند ارجمند کو بھی اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے بلکہ ان کا مشہور ترین لقب عسکری ہی ہے اس لیے کہ ان کا رابطہ اس محلہ سے زیادہ رہا ہے اور اس طرح دونوں اماموں کو ملا کر عسکریین کہا جاتا ہے جس طرح کہ امام موسیٰ کاظمؑ اور امام جوادؑ کو کاظمین اور جوادین کہا جاتا ہے۔

● ولادت کی جگہ مدینہ سے کچھ دور صریا کے مقام پر ہے جہاں امام محمد تقیؑ اکثر قیام فرمایا کرتے تھے اور شاید آپ نے گھریلو اختلافات سے دور رہنے کے لیے جناب سمانہ کو اس مقام پر رکھ دیا ہو، اور قدرت نے وہیں انھیں نعمت اولاد سے سرفراز فرما دیا ہو۔

● کنیت ابوالحسن الثالث تھی، اس لیے کہ اس سے پہلے امام موسیٰ کاظم اور امام علی رضاؑ کو

بھی اسی کنیت سے یاد کیا جاتا تھا اور بعض روایات میں آپ کو ابوالحسن الماضی بھی کہا گیا ہے۔

شاہان وقت میں سب سے پہلا نام مامون رشید کا آتا ہے جس کے دور حکومت میں ۲۱۴ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ اس کے بعد ۲۱۸ھ میں معتصم باللہ خلیفہ ہوا۔ معتصم کے بعد ۲۲۷ھ میں واثق ابن معتصم نے حکومت سنبھالی، ۲۳۲ھ میں واثق کا خاتمہ ہوگیا تو متوکل کے ہاتھ میں زمام خلافت آگئی اور وہ ۲۴۷ھ تک تخت حکومت پر قابض رہا۔ اس کے بعد اس کی تین اولاد پے درپے حاکم بنتی رہی، ۲۴۷ھ میں منتصر بن متوکل، ۲۴۸ھ میں مستعین بن متوکل اور ۲۵۲ھ میں معتز بن متوکل، اور اسی معتز ظالم نے ۲۵۴ھ میں امام علی نقیؑ کو زہر دے کر شہید کرا دیا۔

ان تمام بادشاہوں میں سب سے بدتر کردار کا مالک متوکل تھا جسے بنی عباس کا یزید کہا جاتا ہے اور جس کی بے ایمانی اور بدکرداری کا یہ عالم تھا کہ اس کے محل میں چار ہزار کنیزیں تھیں اور سب اس کے تصرف میں رہا کرتی تھیں، شراب بے تحاشہ پیا کرتا تھا۔ ظلم کا یہ عالم تھا کہ سیکڑوں اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں صاحبان ایمان اور سادات کا خون کیا ہے اور ابن السکیت جیسے صاحب کمال ادیب سے دریافت کیا کہ میرے دونوں فرزند بہتر ہیں یا حسنؑ و حسینؑ؟ اور ابن السکیت نے صاف صاف کہہ دیا کہ تیرے بیٹوں کا مقابلہ ان کے غلام قنبر سے نہیں ہوسکتا ہے ان کا کیا ذکر ہے تو اس کے نتیجہ میں ان کی زبان گدّی سے کھنچوالی جب کہ وہ دربار کے مقرب ترین افراد میں شمار ہوتے تھے۔ قبر امام حسینؑ کے نشان کے مٹانے کا کام بھی متوکل ہی نے شروع کیا تھا جس میں بہ فضل خداوندی وہ کامیاب نہیں ہوسکا اور مزار مقدس سے آج تک آواز آرہی ہے:

بیا بیا متوکل ببیں مزارِ حسینؑ
زمین بلند شد و آب نہر شد حائر

● آپ کے انتہائی بچپنے کا زمانہ تھا جب ۲۱۹ھ میں معتصم باللہ نے آپ کے پدر بزرگوار کو مدینہ سے بغداد طلب کرلیا اور آپ اپنے پدر بزرگوار سے جدا ہوگئے جس کے بعد پھر دوبارہ ملاقات کی نوبت نہ آئی کہ امام محمد تقیؑ ۹ محرم ۲۲۰ھ کو بغداد پہونچے اور ظالم نے ۲۹ ذی قعدہ ۲۲۰ھ کو آپ کو زہر دغا سے شہید کرا دیا۔

باپ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت نہ پانے کی بنا پر بعض افراد کو ہمدردی کا خیال پیدا ہوا۔ اور

عمر بن فرج نے عبید اللہ جنیدی کو آپ کا معلّم قرار دے دیا لیکن چند دنوں کے بعد جب جنیدی سے بچہ کی رفتارِ تعلیم کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ میں اسے تعلیم دیتا ہوں، خدا کی قسم میں اس سے علم حاصل کرتا ہوں اور اس کا علم و فضل مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔ واللہ ھذا خیر اھل الارض۔ (اثبات الوصیۃ، دمعہ ساکبہ)

علم و کمالات

● ثقۃ الاسلام کلینیؒ ناقل ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے نوفلی سے فرمایا کہ پروردگار عالم کے تہتّر اسم اعظم ہیں جن میں سے ایک آصف بن برخیا کو عنایت ہوا تھا جس کے طفیل میں چشم زدن میں تختِ بلقیس کو ملک سبا سے حضرت سلیمان کی خدمت میں پہونچا دیا اور ہمیں ان میں سے بہتّر اسما عطا کیے گئے ہیں۔ لہذا ہمارے عجائب و غرائب کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا ہے۔ رب العالمین نے ایک اسم اعظم ہم سے بھی مخفی رکھا ہے کہ یہ اس کی ربوبیت کا خاصہ ہے۔

واضح رہے کہ علم کا کام انکشاف ہے۔ علم کا اقتدار سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن امام نقیؑ نے تختِ بلقیس کا حوالہ دے کر اس حقیقت کا انکشاف کر دیا ہے کہ اسم اعظم کا علم صرف انکشاف حقائق تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں ایک طرح کا اقتدار و اختیار بھی پایا جاتا ہے جس سے طی الارض کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ تو اگر ایک اسم اعظم میں اتنا بڑا اقتدار مخفی ہو سکتا ہے تو بہتّر اسم اعظم کا کیا عالم ہوگا، اور آصف بن برخیا سے بہتّر گنا اقتدار کتنے عظیم اقتدار کا اشاریہ ہوگا۔

● ۲۲۴ھ میں جب آپ کی عمر مبارک ۱۲۔۱۳ سال کی تھی تو آپ ابو ہاشم کے ساتھ سرِ راہ کھڑے تھے اور ادھر سے ترکوں کی فوج کا گذر ہو گیا تو آپ نے ایک سپاہی سے اس کی زبان میں گفتگو شروع کر دی۔ وہ حیران ہو کر قدموں پر گر پڑا اور بتایا کہ آپ نے جس نام سے پکارا ہے اس کا علم میرے باپ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کوئی ولی خدا ہیں۔

● ابو ہاشم ہی کی روایت ہے کہ آپ نے ایک دن ہندی زبان میں گفتگو شروع کی تو میں نے عرض کیا کہ مولا! میں اس زبان سے بالکل واقف نہیں ہوں۔ آپ نے ایک کنکری اٹھا کر اس میں لعابِ دہن لگا کر میرے حوالہ کر دیا اور میں نے اسے زبان پر رکھا تو تہتّر زبانوں کا ماہر ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ جب امامت کے لعاب دہن کا یہ اثر ہے تو نبوت کے لعاب دہن کا کیا اثر ہوگا، اور جب لعاب دہن میں اس قدر تاثیر پائی جاتی ہے جو جسم کے فاضل رطوبات میں شمار ہوتا ہے تو خون میں کس قدر تاثیر ہوگی جو جسم کا اصلی جزء اور حیات کا اصلی رکن ہوتا ہے۔ اس امر کا اندازہ کرنے کے بعد ہی رسول اکرمؐ کے اس ارشاد گرامی کی توضیح کی جا سکتی ہے کہ اہلبیتؑ کا خون میرا خون ہے اور ان کا گوشت و پوست میرا گوشت و پوست ہے۔

● شیخ طوسیؒ کتاب مصباح میں ناقل ہیں کہ اسحاق بن عبداللہ حضرت کی خدمت میں ایک بحث کا فیصلہ کرانے کے لیے آئے تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ چچا سے بحث کا فیصلہ چاہتے ہو تو سنو، سال کے اہم روزے چار ہیں: (۱) ۱۷ ربیع الاول روز ولادت پیغمبر اکرمؐ (۲) ۲۷ رجب روز بعثت پیغمبر اسلامؐ (۳) ۲۵ ذی قعدہ یوم دحو الارض، جس دن فرش زمین تیار کیا گیا اور (۴) ۱۸ ذی الحجہ جب اسلام کامل اور نعمتیں تمام ہو گئیں۔

● علامہ جامی ناقل ہیں کہ ایک چاہنے والے نے قاضی بغداد کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ اس شکایت کی کوئی ضرورت نہیں ہے دو ماہ کے بعد وہ خود ہی معزول ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا (اس لیے کہ حکومت کفر کے ساتھ چل سکتی ہے ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتی ہے) — (شواہد النبوۃ)

● متوکل کو زہر دیا گیا تو اس نے نذر کر لی کہ اگر شفایاب ہو گیا تو مال کثیر غربا میں تقسیم کر دوں گا۔ شفا کے بعد فقہاء اسلام سے مسئلہ دریافت کیا تو ہر شخص نے الگ الگ مقدار بتائی اور کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ آخر کار ایک شخص نے اجازت طلب کر کے امام علی نقیؑ سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ۸۰ درہم صدقہ دے دے۔ متوکل نے دلیل کا سوال کیا تو فرمایا کہ خدا نے اپنے رسولؐ کی کثیر مواقع پر مدد کی ہے اور یہ مواقع تاریخ میں ۸۰ ہیں جہاں رسول اکرمؐ نے کفار سے مقابلہ کیا ہے اور پروردگار نے ان کی مدد کی ہے۔ (مناقب)

● بادشاہِ روم نے خلیفۂ وقت کو خط لکھا کہ انجیل میں یہ عبارت درج ہے کہ ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف ان سات حروف سے خالی سورہ کی تلاوت کرنے والا جنت کا حق دار ہوگا تو آپ فرمائیں کہ وہ سورت کون سی ہے؟ خلیفہ نے علماء اسلام سے دریافت کیا سب عاجز رہ گئے تو امامؑ کو طلب کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل سامنے کی ہے اور وہ سورہ، سورۂ حمد ہے جس میں یہ حروف

نہیں ہیں اور اس کا راز یہ ہے کہ ث سے ثبور (ہلاکت)، ج سے جحیم (جہنم)، خ سے خیب وخسران، ز سے زقوم، ش سے شقاوت، ظ سے ظلمت اور ف سے فرقت وغیرہ کی طرف اشارہ ملتا ہے، لہٰذا رب العالمین نے اس سورۂ رحمت و برکت کو ان حروف سے خالی کر دیا ہے۔

واضح رہے کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جس سورہ میں یہ حروف آجائیں وہ سورۂ رحمت و برکت نہیں ہے اس لیے کہ یہ حروف خود سورۂ رحمٰن اور سورۂ دہر میں بھی موجود ہیں جن کی بنیاد ہی بیانِ رحمت پر ہے، بلکہ یہ ایک خاص راز ہے جس کی طرف امامؑ نے اشارہ فرما دیا ہے، اور وہ راز بادشاہِ روم ہی کو معلوم تھا اور اسی لیے وہ مطمئن ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا اور تاحیات مسلمان رہا۔ (دمعہ ساکبہ)

ایسے ہی واقعات کو دیکھ کر علمائے اعلام نے اس علمی قانون کی طرف اشارہ کیا ہے کہ واقعات کلی قوانین کی نشان دہی نہیں کر سکتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے خصوصیات وابستہ ہوتے ہیں اور خصوصیات کے ہوتے ہوئے قوانین عامہ کا استنباط نہیں کیا جا سکتا ہے۔

● جبر و تفویض کے بارے میں عالم اسلام میں ہمیشہ دو طرح کے نظریات رہے ہیں۔ بعض افراد نے اپنے ظلم و ستم کی پردہ پوشی کے لیے عقیدۂ جبر کی ترویج کی ہے تاکہ ان پر کوئی الزام نہ آنے پائے اور ہر عمل کا ذمہ دار خدا کو بنا دیا جائے۔ چنانچہ یہ محاورہ مشہور کر دیا گیا کہ حکم خدا کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلتا ہے تو بندہ کیا ہلے گا حالانکہ اس محاورہ میں دو کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے علم خدا کا ذکر کیا ہے حکم خدا کی بات نہیں کی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ پتہ کا شمار نباتات میں ہوتا ہے جس کے پاس شعور اور ارادہ کی دولت نہیں ہے۔ لہٰذا پتہ کا قیاس اس انسان پر نہیں کیا جا سکتا ہے جسے رب العالمین نے دولتِ ارادہ و شعور و اختیار سے نوازا ہے۔

دوسری طرف بڑی شخصیتوں کے مریدوں نے عقیدۂ تفویض کی اشاعت کی کہ بندہ مکمل طور پر صاحب اختیار رہے اور اس کے معاملات میں خدا کا بھی کوئی دخل نہیں ہے اور گویا اس نے سارے اختیارات ان افراد کو تفویض کر دیے ہیں۔ امام علی نقیؑ کے دور میں بھی اس مسئلہ کا شور اٹھا تو آپ نے وہی تاریخی فیصلہ کر دیا جو آپ کے بزرگ کرتے چلے آئے تھے، کہ اسلام میں نہ جبر ہے اور نہ تفویض، بلکہ "امر بین الامرین" یعنی معاملہ دونوں کے درمیان میں ہے کہ اختیارات رب العالمین کے دیے

ہوئے ہیں اور عمل کی ذمہ داری یا بالفاظ دیگر اختیارات کے استعمال کی ذمہ داری انسانوں پر ہے۔ نہ انسان خدائی اختیار سے بے نیاز ہو سکتا ہے اور نہ خدا انسان کے استعمال کا ذمہ دار قرار پا سکتا ہے۔

● ۲۳۲ھ میں جب کہ آپ کی عمر مبارک تقریباً بیس سال کی تھی ایک مرد اسباطی عراق سے مدینہ پہونچا اور حضرت سے ملاقات کی۔ آپ نے اس سے حاکم واثق کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے خیریت بتائی۔ پھر ابن الزیات کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ آجکل سارا نظام حکومت اس کے ہاتھوں میں آگیا ہے اور عیش کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارے معلومات ناقص ہیں۔ واثق مر چکا ہے۔ متوکل حاکم ہو گیا ہے اور ابن الزیات کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اسباطی نے گھبرا کر پوچھا کہ یہ واقعہ کب رونما ہوا ہے؟۔ فرمایا تمھارے عراق سے نکلنے کے چھ دن بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ چند دنوں کے بعد ان تمام واقعات کی تصدیق ہو گئی اور امام علی نقیؑ کا کمال علم منظر عام پر آگیا۔ (نورالابصار)

کرامات

● محمد بن فرج کا بیان ہے کہ امام علی نقیؑ نے مجھے خط لکھا کہ اپنا سارا سامان درست کر لو اور اسلحوں کو سنبھال لو۔ میں نے حضرت کے حکم کی تعمیل تو کر لی لیکن حیرت میں رہ گیا کہ اس حکم کا راز کیا ہے؟ چند روز کے بعد مصر کی پولیس نے میرے اوپر حملہ کر کے مجھے گرفتار کر لیا اور میرا سارا سامان ضبط کر لیا۔ میں آٹھ سال قیدخانہ میں رہا۔ ایک دن حضرت کا خط آیا کہ خبردار! مغرب کے علاقہ میں مت جانا۔ میں حیران رہ گیا کہ میں تو جیل میں ہوں مشرق و مغرب سے میرا کیا تعلق ہے۔ چند روز کے بعد میری رہائی کا پروانہ آگیا اور میں نے حضرت کو خط لکھا کہ اب میرے سامان کی واپسی کی دعا کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب واپس مل جائے گا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور جیسا امامؑ نے فرمایا تھا حرف بحرف ثابت ہوا۔

● علی بن الحصیب کا بیان ہے کہ میں حضرت کے ساتھ چل رہا تھا، اتفاقاً میں آگے نکل گیا اور میں نے آپ کو بھی تیز رفتاری کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا کہ تمھیں آگے ہی جانا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند دنوں کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

● ابو ایوب نے حضرت کو خط لکھا کہ میری زوجہ حاملہ ہے، دعا فرمائیں کہ مولود فرزند ہو۔ آپ نے

فرمایا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا لیکن اس کا نام محمد رکھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور اس نے بچہ کا نام محمد رکھ دیا۔ اس طرح آل محمدؑ کے مقصد حیات کی بھی وضاحت ہو گئی کہ وہ ہر قدم پر نام پیغمبر اسلامؐ کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اور کسی طرح بھی اس نام کی فنا کو برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔

● یحییٰ بن زکریا نے لکھا کہ میری زوجہ بھی حاملہ ہے اس کے حق میں بھی یہی دعا فرمادیں۔ فرمایا کہ بہت سی لڑکیاں لڑکوں سے بہتر ہوتی ہیں۔ اس طرح امامؑ نے صورتِ مولود کی اطلاع بھی دے دی اور اس غیر اسلامی تصور کی تردید بھی کر دی کہ لڑکے کا مرتبہ بہرحال بہتر ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا تو پروردگارِ عالم اپنے پیغمبرؐ کو فرزند ہی کی نعمت سے نوازتا اور ان کی نسل کو بھی فرزند ہی کے ذریعہ آگے بڑھاتا۔ امامؑ کا جواب بعینہٖ وہی جواب تھا جو پروردگار نے مادرِ جناب مریمؑ کو دیا تھا اور یہ واضح کر دیا تھا کہ بسا اوقات لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوتا ہے اور لڑکی کا مرتبہ تمام لڑکوں سے بہتر ہوتا ہے۔

● ابو ہاشم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سے اپنی غربت کا تذکرہ کر کے امداد کا مطالبہ کیا تو آپ نے ایک مٹھی ریت میرے دامن میں ڈال دی اور فرمایا کہ اسے فروخت کر کے اپنا کام چلاؤ، ابو ہاشم نے بغور دیکھا تو ریت سونے کی شکل اختیار کر چکی تھی اور چوتھے علیؑ کے ذریعہ پہلے علیؑ کے کمال کا اظہار ہو چکا تھا۔ (مناقب)

● ابو ہاشم ہی کا بیان ہے کہ حضرت سامرہ تشریف لائے تو میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا قیام بغداد میں ہے اور اس طرح میں روزانہ آپ کی زیارت نہیں کر سکتا ہوں، میرا جانور بھی ضعیف و ناتواں ہے تو آپ نے فرمایا کہ پروردگار تمہارے جانور کو طاقتور بنائے گا۔ چنانچہ حضرت کے اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ میں روزانہ نماز صبح بغداد میں، نماز ظہرین سامرہ میں، اور نماز مغربین پھر پلٹ کر بغداد میں ادا کیا کرتا تھا ـــ جب کہ بغداد اور سامرہ میں سو میل سے زیادہ کا فاصلہ تھا۔

● علامہ شیخ عباس قمیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بادشاہِ وقت کو امام علیہ السلام کے سامنے اپنے اقتدار کی نمائش کا شوق پیدا ہوا تو اس نے میدان میں ایک ٹیلہ تیار کرا کے پوری فوج کو صحرا میں جمع ہونے کا حکم دے دیا اور جب نوّے ہزار مسلح سپاہی اکٹھا ہو گئے تو حضرت کو اس بلندی پر لے جا کر اپنی طاقت کا زور دکھلانا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ اب میرا بھی اقتدار دیکھ لے۔ یہ کہہ کر اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا

تو صحرا میں تا حدِّ نظر زمین سے آسمان تک فوجیں ہی فوجیں نظر آ رہی تھیں۔ بادشاہ یہ دیکھ کر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت اسے ہوش میں لے آئے اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ہم اہلبیتؑ اس خداداد طاقت کو اپنی ذات کے لیے استعمال نہیں کرتے ہیں اور نہ کبھی اپنے ظالموں سے کسی طرح کا انتقام لیتے ہیں۔

● علامہ عبد الرحمٰن جامی رقم طراز ہیں کہ متوکل ایک انتہائی سخت پھوڑے میں مبتلا ہو گیا اور کوئی علاج کارگر نہ ہوا تو اس کی ماں نے نذر کر لی کہ اگر اس مرض سے نجات مل گئی تو دس ہزار دینار ابن الرضاؑ کی خدمت میں نذر کرے گی۔ اُدھر فتح بن خاقان نے کہا کہ حضور اجازت دیں تو میں حضرت علی نقیؑ سے دریافت کروں۔ متوکل نے "مرتا کیا نہ کرتا" کے عنوان سے اجازت دے دی۔ آپ نے نسخہ تجویز کر دیا اور اہل دربار سُن کر ہنس پڑے۔ وزیر نے تجربہ کی دعوت دی اور چند دنوں میں پھوڑا بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اہلِ دربار رُسوا ہوئے اور متوکل کی ماں نے دس ہزار دینار کی تھیلی حضرت کے پاس بھیج دی۔ (شواہد النبوۃ)

● عبد الرحمٰن مصری محبانِ اہلبیتؑ میں نہ تھا۔ ایک مرتبہ اس نے شہر میں اپنی محبت اہلبیتؑ کا اعلان کر دیا تو لوگوں کو حیرت ہوئی اور اس اعلان کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں سامرہ گیا ہوا تھا وہاں یہ خبر سُنی کہ متوکل نے کسی سید علوی کے قتل کا حکم دے دیا ہے اور وہ عنقریب آنے والا ہے۔ میں اشتیاقِ دید میں سرِ راہ کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص لایا جا رہا ہے۔ مجھے اس کی شرافت و وجاہت کو دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا کہ یہ شخص بلا گناہ قتل کیا جا رہا ہے کہ ایک مرتبہ قریب آ کر اُس شخص نے کہا کہ عبد الرحمٰن گھبراؤ نہیں میں قتل نہیں ہو سکتا۔ مجھے سخت حیرت ہوئی کہ اس شخص کو میرا نام کہاں سے معلوم ہو گیا۔ چنانچہ میں ان کی امامت کا قائل ہو گیا اور انھوں نے میرے حق میں مال اور اولاد کی دعا کی اور بحمد اللہ آج میں دونوں سے مالا مال ہوں۔ (کشف الغمہ)

● متوکل کے دربار میں ایک ہندی جادوگر آیا اور اس نے اپنے جادو سے تمام دربار کو حیرت زدہ کر دیا۔ تو متوکل نے اس کے فن کا بہترین مصرف یہ قرار دیا کہ امام علی نقیؑ کو ذلیل کیا جائے۔ چنانچہ اُس نے امام کو طلب کر لیا اور جادوگر کو اس کی خواہش کے مطابق امام کے پہلو میں بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر میں دسترخوان لگ گیا اور کھانا شروع ہو گیا۔ جیسے ہی امامؑ نے روٹی کو ہاتھ لگانا چاہا اس نے جادو سے روٹی کو اُڑا دیا۔ آپ نے صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا اور اہلِ دربار میں قہقہہ لگ گیا۔ دوبارہ پھر

ایسا ہی واقعہ ہوا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ موقع دینے کے بعد آپ نے شیرِ قالین کو اشارہ کیا اور اس نے مجسم ہو کر جادوگر کو ہڑپ لیا۔ دربار میں ہلچل مچ گئی۔ متوکل بدحواس ہو گیا اور حضرت سے مطالبہ کیا کہ شیرِ قالین سے جادوگر کو واپس کرا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا موسیٰؑ کے عصا نے جادوگروں کو واپس کیا تھا اور یہ کہہ کر دربار سے باہر تشریف لے گئے۔ (شواہد النبوۃ)

● متوکل کے دورِ حکومت میں ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ میں زینب بنت علیؑ و فاطمہؑ ہوں اور دعائے رسولؐ کی بنا پر ہر ۴۰۔۵۰ سال کے بعد جوان ہو جاتی ہوں۔ متوکل نے علماء سے اس دعویٰ کی تردید طلب کی لیکن کوئی جواب نہ دے سکا تو فتح بن خاقان نے ابن الرضاؑ کو طلب کیا۔ امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ اللہ نے اولادِ رسولؐ کے گوشت کو درندوں پر حرام کر دیا ہے۔ تو اسے اپنے شیرخانہ میں بھیج دے ابھی حال معلوم ہو جائے گا۔ اہلِ دربار نے موقع غنیمت دیکھا اور کہا کہ امیر پہلے اس معیار کا تجربہ ہو جائے تاکہ استدلال مکمل رہے۔ متوکل نے پسندیدگی کا اظہار کیا اور حضرت سے شیرخانہ میں جانے کا تقاضا کر دیا۔ آپ فوراً تیار ہو گئے اور بہ اطمینان تمام تشریف لے گئے۔ متوکل بلندی سے یہ منظر دیکھتا رہا۔ درندوں نے قدموں پر سر رکھ دیا اور آپ تادیر ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے رہے۔ اس کے بعد باہر تشریف لے آئے تو ہر طرف آپ کے کمال کا چرچا ہو گیا اور متوکل نے قیمتی انعامات پیش کیے، زینب کذّابہ کی حقیقت واضح ہو گئی اور بروایتے اسے درندوں میں ڈال کر اس کی زندگی کا خاتمہ کرا دیا گیا۔ جس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ بے بنیاد دعوائے سیادت کامیاب نہیں ہو سکتا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس کے کردار میں آثارِ سیادت و نسب شریف نہ پائے جاتے ہوں اس کی سیادت زینب کذابہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے۔

واضح رہے کہ امام علیہ السلام کا بیان کردہ قانون صرف براہِ راست اولادِ رسولؐ کے لیے ہے جن کا مصداق حقیقی اولادِ زہراؑ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد سب انھیں کے طفیل اور صدقہ میں اولادِ رسولؐ کہے جاتے ہیں کہ واقعی اولادِ رسولؐ کی اولاد ہیں اور ان میں اسی نسب شریف کے اثرات پائے جاتے ہیں۔

● یونس نقاش جو امام علیہ السلام کے ہمسایہ میں رہا کرتا تھا اور نگینوں پر نقاشی کا کام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ رئیسِ وقت نے اسے ایک نگینہ نقش کرنے کے لیے دیا جو انتہائی قیمتی تھا۔ اتفاقِ وقت

کہ عبارت کندہ کرتے وقت وہ نگینہ ٹوٹ گیا اور یونس امامؑ کی خدمت میں فریاد لے کر آگیا کہ اب میری خیر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں خدا بہتر ہی کرے گا۔ یونس کو کسی حال قرار نہیں مل رہا تھا کہ اچانک سرکاری نمائندہ آیا اور اس نے یونس کو دربار میں طلبی کا پیغام سُنایا، یونس نے پھر آکر فریاد کی۔ آپ نے فرمایا کہ چلے جاؤ اللہ کریم ہے۔ یونس دربار میں حاضر ہوئے تو حاکم نے کہا کہ نقش تیار ہو گیا؟ یونس نے معذرت کی کہ ابھی کام مکمل نہیں ہو سکا ہے۔ حاکم نے کہا کہ بڑا اچھا ہوا میرے دونوں بیٹوں میں اختلاف ہو گیا ہے لہٰذا اب نگینہ کو توڑ کر دونوں کے نام الگ الگ کندہ کر دو۔ یونس نے تعمیلِ حکم کا وعدہ کر لیا اور اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہ گئی کہ امام علیہ السلام نے جس اطمینان کی دعوت دی تھی اس کا راز بھی یہی تھا جو بالآخر سامنے آگیا۔

● سنہ ۲۳۴ھ میں خلافت پانے کے بعد ہی متوکل نے قوم میں ایک نیا فتنہ شروع کر دیا اور یہ چاہا کہ امت کو ایسے مسائل میں اُلجھا دیا جائے کہ وہ آپس میں دست و گریباں رہیں اور حکومت کے مظالم کی طرف متوجہ نہ ہونے پائیں جو ہر ماہر سیاست کا طریقہ کار ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے مسجد رصافہ میں ابوبکر بن شیبہ کو اور مسجد منصور میں اس کے بھائی عثمان کو امامِ جماعت مقرر کر کے انھیں اس بات پر مامور کر دیا کہ لوگوں کے درمیان صفاتِ الٰہیہ، رویتِ خداوندی اور خلقِ قرآن کے عقائد کی ترویج کریں اور امت کو اس اختلاف میں اُلجھا دیں۔ اُدھر مذہبِ معتزلہ کو ترک کر کے مذہبِ شافعی کے اختیار کرنے کا اعلان کر دیا اور دونوں فرقوں کے درمیان بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہو گیا۔

قوم کو اس فتنہ میں اُلجھانے کے بعد آثارِ اہلبیتؑ کے مٹانے کا کام شروع ہو گیا اور پہلے لوگوں کو زیارتِ قبرِ امام حسینؑ سے روکا گیا، اس کے بعد آثارِ قبر کو مٹا دینے کا کام ایک نومسلم یہودی کے سپرد کیا گیا۔ اس نے لاکھ کوشش کی کہ قبرِ مظلوم پر زراعت کی جائے لیکن کامیاب نہ ہو سکا کہ بہت سے جانوروں کو امامِ مظلوم کی معرفت نام نہاد انسانوں اور مسلمانوں سے کہیں زیادہ حاصل تھی۔ متوکل کے اس قسم کے مظالم کا یہ اثر ہوا کہ بہت سے طبیعی حادثات بھی رونما ہوئے اور بعض تاریخوں کی بنا پر آسمان سے دس دس رطل کے پتھر تک برسے۔ یہ واقعہ سنہ ۲۳۶ھ کا ہے۔

● اُدھر متوکل سامرہ شہر کی آبادی میں بھی مصروف تھا جسے اُس دور کا عروس البلاد کہا جاتا تھا اور جس کی آبادی بعض روایات کی بنا پر اکیس میل تک پھیلی ہوئی تھی جہاں ایک ایک میدان میں ۹۰ ہزار

سپاہی جمع کر دیے جاتے تھے۔ تقریباً دس سال تک یہ کام جاری رہا اور اس میں آلِ محمدؐ کی نمایاں شخصیتوں پر مظالم کا سلسلہ رکا رہا اور یہ مظالم حدود عراق تک محدود رہے۔ اس کے بعد جب اس کام سے فرصت مل گئی تو مدینہ کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں پر ظلم ڈھانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ عبداللہ بن محمد کو حاکم بنایا اور اسے سادات پر ظلم ڈھانے کا حکم دے دیا۔ امام علی نقیؑ نے متوکل کو حالات سے باخبر رکھنے کے لیے حاکم مدینہ کی شکایت لکھی اور اس نے موقع کو غنیمت دیکھ کر حاکم کو معزول کرنے کے بجائے حضرتؑ کو مدینہ سے سامرہ طلب کر لیا کہ مدینہ میں آپ کو زحمت ہو رہی ہے اور حکومت کا نمائندہ آپ پر ظلم کر رہا ہے۔ اس طرح متوکل کو براہ راست ظلم کرنے کا موقع بھی ہاتھ آ گیا اور حضرت کو نگاہِ عوام سے الگ رکھنے کا بھی بہانہ مل گیا۔

● متوکل نے حضرت کو طلب کرنے کے لیے خط بھیجنے کے بجائے تین سو افراد پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا جس کا انداز بظاہر یہ قرار دیا گیا کہ فرزند رسولؐ کو اعزاز و احترام کے ساتھ بلایا جا رہا ہے لیکن واقعاً مقصد یہ تھا کہ حضرت کو گرفتار کر کے مدینہ سے باہر نکالا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت کو سارے گھرانے کو چھوڑ کر روضۂ رسولؐ سے جدا ہونا پڑا۔ لیکن قدرت کا یہ انتظام کہ متوکل کو اس راہ میں بھی خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی اور یحییٰ بن ہرثمہ کے بیان کے مطابق اس لشکر میں ایک محب اہلبیتؑ بھی تھا جسے تمام راستہ ستایا گیا اور ایک وادی میں پہونچنے کے بعد لوگوں نے کہا کہ تمھارے مولا نے فرمایا ہے کہ ایک ایک زمین سے ستر ستر مردے نکالے جائیں گے یہاں تو کوئی آبادی نہیں ہے یہاں سے کون سا مُردہ اٹھایا جائے گا؟ اس نے کہا کہ میں ثابت تو نہیں کر سکتا ہوں لیکن جب میرے مولا نے فرمایا ہے تو غلط بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد جب مدینہ میں حضرت کو متوکل کا خط پیش کیا گیا تو آپ نے دو ایک دن کی مہلت طلب کی اور سردی اور برسات کا سامان تیار کرنے لگے جس پر لشکر والوں میں ایک کھلبلی مچ گئی کہ گرمی میں اس طرح کی تیاری کا کیا مقصد ہے۔ اور لوگوں نے پھر اس محب اہلبیتؑ کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ تین دن کے بعد قافلہ روانہ ہوا اور جب اسی لق و دق صحرا میں پہونچا تو رات کے وقت اچانک تیز آندھی آئی اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ لوگ سردی سے اکڑنے لگے۔ حضرتؑ نے ساتھیوں کو برسات اور سردی کے کپڑے پہننے کا حکم دے دیا اور بقدر امکان یحییٰ کے لشکر کی بھی امداد کی لیکن صبح ہوتے ہوتے

اسّیؔ افراد لقمۂ اجل بن چکے تھے۔ پھر انھیں حضرت کے حکم سے اسی صحرا میں سپرد خاک کر دیا گیا اور مولائے کائنات کے اس ارشاد کی تصدیق ہو گئی جس پر دشمنانِ اہلبیتؑ ذلیل ہو گئے اور محب اہلبیت سرخرو ہو گیا اور خود (یحییٰ) مسلک اہلبیتؑ کی طرف آ گیا۔

● سامرہ پہونچنے کے بعد آپ کو فقراء کے مرکز خان الصعالیک میں ٹھہرا دیا گیا تاکہ لوگ آپ کی شخصیت سے باخبر نہ ہونے پائیں۔ صالح بن سعید نامی ایک شخص نے آپ سے ملاقات کر کے افسوس کا اظہار کیا کہ یہ جگہ آپ کے شایان شان نہیں ہے اور یہاں قیام آپ کے اوپر ایک صریحی ظلم ہے۔ آپ نے ایک اشارہ فرمایا اور صالح نے دیکھا کہ دنیا میں بہار باغ جنت نظر آ رہی ہے۔ فرمایا کہ صالح! ہم اسی آخرت کے لیے اس دنیا کی مصیبتیں برداشت کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر صالح کو قدرے اطمینان حاصل ہو گیا۔ (شواہد النبوۃ)

● کچھ دنوں کے بعد خان الصعالیک سے نکال کر ایک مکان میں نظر بند کر دیا گیا جہاں بظاہر نرمی کا برتاؤ ہوتا تھا لیکن واقعاً آپ کو ایک مستقل روحانی اور ذہنی اذیت میں رکھا جاتا تھا۔

حکومت کی اسی ظاہر داری سے فائدہ اٹھا کر اہل ایمان امامؑ کی خدمت میں حاضری دینے لگے اور آپ سے تمام مشکلات کا حل دریافت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک سائل دروازہ پر آیا اور آپ موجود نہیں تھے تو تلاش کرتا ہوا قریہ تک گیا۔ آپ نے دس ہزار قرضہ کی ادائیگی کے مطالبہ پر تیس ہزار کا ایک پرچہ لکھ دیا اور فرمایا کہ مجھ سے مجمع عام میں تقاضا کرنا۔ اس نے امام علیہ السلام کے حسب ہدایت عمل کیا اور قرض کے ادا کرنے کا بہ شدّت تقاضا کیا۔ آپ نے تین دن کی مہلت طلب کی۔ بادشاہِ وقت کو اطلاع ملی تو اس نے ظاہر داری کو برقرار رکھنے کے لیے تیس ہزار بھجوا دیے، اور آپ نے سائل کے حوالے کر دیے۔ اس نے عرض کی کہ میرے ذمہ قرض صرف دس ہزار درہم کا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ باقی بھی تیرے کام آ جائے گا۔ چنانچہ وہ پوری رقم لے کر خوش خوش چلا گیا اور یہ اعلان کیا کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنا منصب کس کے حوالے کرے گا۔

(نور الابصار، صواعق محرقہ، شواہد النبوۃ، ارجح المطالب)

واضح رہے کہ حضرت کے رقعہ کا مقصد یہ التزام تھا کہ میں فلاں شخص کو اس قدر رقم ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہوں اگرچہ میرے ذمہ اس کا کوئی قرض نہیں ہے اور اس طرح سے ادائیگی ایک

قانونی ذمہ داری بن جاتی ہے جس طرح کہ خود مالک کائنات نے تمام صاحبان ایمان و کردار سے جزاء کا وعدہ کر لیا ہے کہ اب اس جزا کا عطا کرنا اس کی حکمتی اور عدالتی ذمہ داری ہے، حالانکہ کسی بندہ کا اس کے ذمہ کوئی حق نہیں ہے اور نہ مخلوق کا خالق کے ذمہ کوئی حق ہو سکتا ہے۔

● نظر بندی کے دوران ملاقات کی چھوٹ کی بنیاد پر لوگوں نے متوکل سے شکایت کی کہ چاہنے والے ان کے گھر میں اسلحے جمع کر رہے ہیں اور وہ عنقریب تیرے خلاف قیام کرنے والے ہیں، متوکل نے راتوں رات تلاشی کا حکم دے دیا۔ سپاہی گھر کے اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ آپ مصلیٰ پر بیٹھے ہوئے تلاوتِ قرآن کر رہے ہیں۔ مصلیٰ سے اٹھا کر دربار میں لے آئے اور متوکل کو خبر کی کہ ان کے گھر میں کوئی اسلحہ نہیں ہے۔ اس نے حسب عادت امامؑ کی ضیافت بھی جامِ شراب سے کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا کہ تجھے معلوم ہے کہ شراب آلِ محمدؐ کے گوشت و پوست میں جذب نہیں ہوئی ہے۔ اس نے شعر سنانے کا تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں شعر بہت کم پڑھتا ہوں۔ لیکن اس نے اصرار کیا تو آپ نے بے ثباتیِ دنیا پر یہ اشعار پڑھ دیے:

(ترجمہ): "زمانے کے رؤسا و سلاطین جنھوں نے پہاڑوں کی بلندیوں پر پہروں کے اندر زندگی گذاری تھی۔ ایک دن وہ آگیا جب اپنے بلند ترین مراکز سے نکال کر قبر کے گڑھے میں گرا دیے گئے جو ان کی بد ترین منزل ہے، ان کے دفن کے بعد منادیِ غیب کی آواز آئی کہ وہ تخت و تاج و خلعت کہاں ہے اور وہ نرم و نازک چہرے کہاں ہیں جن کے سامنے بیش قیمت پردے ڈالے جاتے تھے؟ تو جواب میں قبر نے زبانِ حال سے پکار کر کہا کہ آج ان چہروں پر کیڑے رینگ رہے ہیں۔ ایک مدت تک مالِ دنیا کھاتے رہے اور اب کیڑے انھیں کھا رہے ہیں۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ متوکل بیہوش ہو کر گر پڑا، اور ہوش آیا تو محفل شراب کو برخاست کر دیا اور امامؑ کو باعزت طریقہ پر رخصت کر دیا۔ (وفیات الاعیان، نور الابصار)

● اس کے بعد بھی مظالم کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ دوبارہ پھر تلاشی کا حکم دیا گیا اور سعید حاجب کا بیان ہے کہ میں پشت بام کی طرف سے گھر میں وارد ہوا۔ گھر میں تاریکی کا ماحول تھا اور امام علی نقیؑ تلاوتِ قرآن

میں مصروف تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو سیڑھی سے اترنے کی آہٹ محسوس ہوئی تو فرمایا کہ ٹھہرو میں روشنی لے کر آ رہا ہوں۔ میں بے حد شرمندہ ہوا۔ لیکن جب حسب الحکم گھر میں تلاشی لی تو وہاں ایک تلوار اور متوکل کی ماں کی بھیجی ہوئی ایک تھیلی کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ میں نے یہ سامان متوکل کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے سامان واپس کر دیا اور اپنی جگہ بے حد شرمندہ ہوا۔ لیکن اس کے بعد بھی اذیت سے باز نہ آیا اور خانہ قید کرنے کے بجائے زندان کے حوالہ کر دیا۔ پہلے زرافہ کی قید میں رکھا، اس کے بعد رزاقی کے حوالے کر دیا اور اس طرح ملاقاتوں کا سلسلہ یکسر موقوف ہو گیا۔

● متوکل ظلم و ستم کے شوق یا اس کی عادت کی بنا پر مسلسل مائل اذیت و آزار رہا اور امام علیہ السلام پر عرصۂ حیات تنگ کرتا رہا، حالانکہ اس کے سیاسی حالات بھی قابلِ اطمینان نہیں تھے اور پورے ملک میں ظلم کے خلاف احتجاج کی لہر دوڑ رہی تھی، گھر میں بیٹا اور غلام دونوں مخالف ہو گئے تھے اور باہر بھی ایک ہنگامہ کی صورت تھی لیکن امام علی نقیؑ نے کبھی موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی اور حد یہ ہے کہ متوکل کے بعد حالات اس قدر خراب ہو گئے کہ اس کے بیٹے تقریباً خلافت سے محروم کر دیے گئے کہ مستعین کے دور میں یحییٰ بن عمر بن حسین بن زید علوی نے کوفہ میں خروج کیا، حسن داعی الحق نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ دار السلطنت میں ترکی غلاموں نے بغاوت کر دی۔ مستعین کو سامرہ چھوڑ کر بغداد بھاگنا پڑا، اور وہاں قلعہ بند ہونا پڑا اور آخر میں معتز باللہ کے ہاتھوں قتل ہونا پڑا اور پھر معتز کو خود اپنے بھائیوں کی طرف سے بغاوت کا خطرہ محسوس کر کے موید کو قتل کرانا پڑا اور موفق کو بصرہ میں قید کرنا پڑا، اور حکومت میں ایک عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گئی کہ کوئی بھی ہوس اقتدار رکھنے والا بآسانی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر چند روز کے لیے تخت حکومت پر قبضہ کر سکتا تھا لیکن امام علی نقیؑ کی دور اندیشی اور ان کی روش کی اسلامیت نے انھیں مجبور کر دیا کہ وہ کسی موقع پرستی سے کام نہ لیں اور بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کا ارادہ نہ کریں۔ حد یہ ہے کہ آپ نے کسی بغاوت میں بھی حصہ نہیں لیا اور اپنے کو ہر ہنگامی حالت سے الگ رکھ کر حالات کا جائزہ لیتے رہے تاکہ حفاظت اسلام اور نشر احکام کا کوئی موقع فروگذاشت نہ ہونے پائے، اور اس طرح اپنے جد بزرگوار کے دین کی خدمت کرتے رہے اور حکومت کی ظالمانہ روش پر مسلسل نگاہ رکھے رہے۔

● متوکل اپنی فطری شرارت کی بنا پر روزانہ نئے مظالم کے بارے میں سوچتا رہتا تھا چنانچہ جب

کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تو ۲۳۶ھ میں دوبارہ قبرِ امام حسینؑ کے انہدام کا ارادہ کرلیا اور پہلے زیارت پر پابندی عائد کی، پھر زائرین کے ہاتھ کاٹنے اور آخر میں قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ یہاں تک کہ یہ خبر عام ہوگئی تو عشقِ حسینؑ کے دو دیوانے دو علاقوں سے قربانی دینے کے لیے نکل پڑے۔ مصر سے زید مجنوں چلے اور کوفہ سے بہلول دانا۔ پہلے دونوں نے مشترکہ پروگرام بنایا اور اس کے بعد روانہ ہوگئے۔ کربلا کے قریب پہونچے تو یہ منظر دیکھا کہ نہرِ علقمہ کا رُخ قبرِ امام حسینؑ کی طرف موڑ دیا گیا ہے اور قبرِ اطہر کو بے نشان بنایا جا رہا ہے۔ لیکن منصوبہ کامیاب نہیں ہو رہا ہے اور پانی قریب جاکر رُک جاتا ہے۔ دونوں حضرات تیزی سے آگے بڑھے۔ سرکاری نمائندہ نے سوال کیا کہ تم لوگ کون ہو، اور کیوں آئے ہو؟ انھوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ ہم فرزندِ رسولؐ کی قبر کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اس نے کہا کیا تمھیں اس کی سزا نہیں معلوم ہے؟ فرمایا کہ معلوم ہے اور اس کا عزم لے کر آئے ہیں۔ وہ حیران ہو کر قدموں پر گر پڑا اور اپنے ارادہ سے باز آکر متوکل کے پاس گیا۔ متوکل نے سببِ آمد دریافت کیا تو اسے صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اس نے اس شخص کو قتل کر کے لاش کو سولی پر لٹکا دیا اور پھر بازاروں میں رسی باندھ کر کھنچوایا تاکہ قوم میں عبرت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہو ــــــ جناب زید کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو فوراً سامرہ پہونچے اور اس نگراں کی لاش کو دفن کر کے اس کے سرھانے قرآن مجید کی تلاوت کی کہ اس نے زائرین قبرِ حسینؑ کا احترام کیا تھا اور اس راہ میں اپنی جان دے دی تھی۔

چند دن گذرے تھے کہ زید نے ایک جنازہ کی خبر سنی اور باہر نکل کر دیکھا تو قیامت کا مجمع تھا۔ زید کا خیال ہوا کہ شاید متوکل دنیا سے رخصت ہوگیا ہے۔ لیکن دریافتِ حال پر معلوم ہوا کہ اس کی کنیز کا انتقال ہوگیا ہے اور یہ اس کی کنیز کا احترام ہے۔ زید نے اک آہِ سرد کھینچی اور فرمایا کہ اللہ! متوکل کی کنیز کے جنازہ کا یہ احترام ہے اور فرزندِ رسولؐ کا جنازہ تین دن تک بے گور و کفن پڑا رہا اور اب اس کی قبر تک بے نشان بنائی جا رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد چند اشعار لکھ کر متوکل کے پاس بھیجے۔ اس نے انھیں قید کر لیا لیکن رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی مردِ مومن اسے قتل کی دھمکی دے رہا ہے۔ تو گھبرا کر زید کو آزاد کر دیا اور وہ اپنی خدمتِ دین کی مہم میں مصروف ہوگئے۔

● متوکل اپنے مظالم کی بنا پر اس قدر جری ہوگیا تھا کہ نہ زبان پر قابو رہ گیا تھا اور نہ اعضا و جوارح پر۔ چنانچہ ایک دن اپنے بیٹے مستنصر کے سامنے صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہراؑ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کر دیے تو اس نے فقہا سے ایسے شخص کے بارے میں فتوی دریافت کیا۔ ان لوگوں نے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دے دیا تو اس نے رات کو موقع پاکر خلوت میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ اور وہ اپنے گناہوں کا بوجھ لیے منتقمِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا۔ یہ واقعہ ۴ شوال ۲۴۷ھ کا ہے۔

شہادت

وطن چھوڑنے کے بعد امام علی نقیؑ کا قیام تقریباً ۱۱ سال تک سامرہ میں رہا اور اس درمیان مختلف قسم کی اذیتیں برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۲۵۲ھ میں متوکل کا بیٹا معتز باللہ خلیفہ ہوا اور اپنے باپ کے مظالم کی کسر کو پورا کرنے کے لیے ۳ رجب ۲۵۴ھ میں حضرت کو زہر دغا سے شہید کرا دیا۔

آپ کے زہر دغا سے شہید ہونے کا تذکرہ، تذکرہ خواص الامہ، نور الابصار، صواعق محرقہ وغیرہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

انتقال سے قبل تمام انبیاء کی میراث آپ نے اپنے فرزند امام حسن عسکریؑ کے حوالے کر دی، اور پھر انھیں حضرت نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا بلکہ باپ کے غم میں گریبان بھی چاک کیا جس پر کسی نے اعتراض کیا تو فرمایا یہ سنتِ انبیاء ہے۔ جناب موسیٰ نے جناب ہارون کے غم میں گریبان چاک کیا تھا۔

غالباً اس طریقہ کار کا مقصد یہ تھا کہ لوگ حکومت کے مظالم کی طرف متوجہ ہو جائیں اور نئی صورتحال دیکھ کر اس طرح کے اقدام کا سبب دریافت کریں اور امامؑ کو اس سبب کے بیان کرنے کا موقع مل جائے جو ہر دور میں صاحبانِ ایمان اور محبانِ اہلبیتؑ کے درمیان مراسمِ عزاداری کا فلسفہ رہا ہے اور اس کے ذریعہ مظالمِ بنی امیہ کی تشہیر ہوتی رہی ہے۔

واضح رہے کہ امام حسن عسکریؑ نے یہ تمام امور غائبانہ طور پر انجام دیے تھے ورنہ بظاہر وقتِ آخر آپ کے پاس کوئی نہ تھا اور آپ نے نہایت ہی غربت اور کسمپرسی کے عالم میں جان جانِ آفریں کے

حوالہ کی ہے۔

ازواج واولاد

آپ کی مختلف ازواج سے پانچ اولاد کی نشان دہی کی گئی ہے:

۱۔ امام حسن عسکریؑ ــ جو آپ کے بعد دین حق کے ذمہ دار اور رسول اکرمؐ کے گیارہویں وارث تھے۔

۲۔ سید محمد ــ جن کا روضہ عراق میں بغداد اور سامرہ کے درمیان بلد میں واقع ہے اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ ان کے بارے میں بعض لوگوں کو امامت کا بھی خیال تھا

۳۔ جعفر ــ جنھوں نے امام عسکریؑ کے بعد امامت کا دعویٰ کیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھانا چاہی جس پر امام زمانہؑ نے ان کا دامن کھینچ کر پیچھے ہٹا دیا اور عام طور سے انھیں جعفر کذّاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اگرچہ بعض علمی حلقوں میں جعفر توّاب کہا جاتا ہے۔ ان کی ایک دختر بریہہ کی شادی موسیٰ مبرقع کے فرزند محمد سے ہوئی تھی۔

۴۔ حسین ــ نہایت ہی عابد وزاہد قسم کے انسان تھے اور امام حسن عسکریؑ کی امامت کے معترف تھے۔ ان کی قبر ان کے والد گرامی کے پہلو میں ہے۔

۵۔ علیہ ــ جو آپ کی اکلوتی بیٹی تھیں۔

نقشِ انگشتر

آپ کی ایک انگشتری کا نقش تھا "اللہ ربي وھو عصمتي من خلقه" اور دوسری انگشتری کا نقش تھا، "حفظ العهود من اخلاق المعبود۔"

اصحاب

۱۔ حسین بن سعید بن حماد بن سعید بن مہران الاہوازی

ان کی اصل کوفہ سے ہے لیکن بعد میں اہواز منتقل ہو گئے تھے۔ امام رضاؑ، امام جوادؑ اور امام ہادیؑ

کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ قم میں انتقال کیا۔ تیسؔ کتابوں کے مصنف تھے اور ان کے بھائی حسن پچاس کتابوں کے مصنف تھے اور ان تیسؔ کی تصنیف میں بھی ان کا ہاتھ تھا۔ حسین بن سعید کی کتابوں کا امتیاز یہ ہے کہ انھیں دیگر افراد کی کتابوں کے لیے بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی کتابیں مثل کتب حسین بن سعید ہیں۔ انھوں نے علی بن مہزیار، اسحاق بن ابراہیم حضینی اور علی بن ریّان کو امام رضاؑ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور ان تینوں کی ہدایت کا سبب بنے تھے۔

۲۔ خیران خادم امام رضاؑ

انھیں بھی تین اماموں کی خدمت کا شرف حاصل تھا اور اصحاب اسرار میں سے تھے۔ انھیں امام ہادیؑ نے اپنا وکیل بھی قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ معاملات میں اپنی فکر سے کام لیا کرو، تمھاری رائے میری رائے ہے اور تمھاری اطاعت میری اطاعت ہے۔

۳۔ ابو ہاشم جعفری داؤد بن القاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ

امام رضاؑ سے امام زمانہؑ تک سب کی خدمت میں حاضر رہے اور امام زمانہ کے وکیل بھی رہے۔ انتہائی صاحب ورع و زہد و تقویٰ بزرگ تھے۔ ۲۶۱ھ میں انتقال فرمایا اور بغداد میں دفن ہوئے۔

۴۔ عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی بن الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالبؑ

اکابر محدثین، اعاظم علماء و عباد و زہاد میں شمار ہوتے ہیں۔ امام جوادؑ اور امام ہادیؑ کے اصحاب میں تھے۔ متعدد روایات کے راوی ہیں۔ ان کے امتیازات میں یہ ہے کہ انھوں نے امام علی نقیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مکمل عقائد پیش کیے تھے۔ توحید خدا، عدم تجسیم، خالقیت و مالکیت کل کائنات۔ ختم نبوت پیغمبر اسلامؐ۔ شریعت دائمی حضرت خاتم المرسلینؐ۔ امامت ائمہ طاہرین حضرت علیؑ و حسنؑ و حسینؑ و علیؑ بن الحسین و محمد بن علیؑ و جعفر بن محمدؑ و موسیٰ بن جعفرؑ و علی بن موسیٰ و محمد بن علیؑ و علی بن محمدؑ۔ یہاں تک آنے کے بعد عبدالعظیمؒ خاموش ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے بعد میرا فرزند حسن عسکریؑ اور ان کے بعد ان کا فرزند حجت آخر، جس کا نام قبل ظہور نہیں لیا جا سکتا۔ وہ صاحب غیبت ہوگا اور آخر میں ظہور

کرکے دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

اس کے بعد حضرت عبدالعظیمؑ نے معراج، سوال قبر، جنت، جہنم، صراط، میزان، قیامت کے برحق ہونے کا ذکر کیا، اور پھر عقائد کے بعد اعمال میں نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض ہونے کا ذکر کیا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک یہ وہ دین ہے جسے خدا نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے۔

۵۔ علی بن جعفر ہمیناوی

بغداد کے اطراف کے رہنے والے تھے اور امام ہادیؑ کے وکیل تھے۔ متوکل کو معلوم ہوا تو قید خانہ میں ڈال دیا اور قتل کا حکم دے دیا۔ انھوں نے امامؑ سے دعا کی درخواست کی اور حضرت نے دعا کی تو متوکل اچانک بیمار ہوگیا اور بطور کفارہ سارے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ یہ بحکم امام مکہ چلے گئے اور وہیں ساکن ہو گئے۔

۶۔ ابن السکیت بن یعقوب بن اسحاق اہوازی

امام جوادؑ اور امام ہادیؑ کے مخصوص اصحاب میں تھے اور علوم ادبیہ میں بے پناہ مہارت کے مالک تھے۔ یہاں تک کہ متوکل نے اپنے فرزندوں کا معلم بنا دیا تھا۔ ایک دن ظالم نے سوال کر لیا کہ میرے فرزند افضل ہیں یا حسنؑ و حسینؑ؟۔ تو ابن السکیت نے جواب میں پہلے حسنینؑ کے فضائل بیان کیے اس کے بعد فرمایا کہ ان کا غلام قنبر بھی تجھ سے اور تیرے فرزندوں سے بہتر ہے۔ جس پر اس نے گدّی سے زبان کھنچوالی اور اتنا مارا کہ شہید ہو گئے۔ عام طور سے خاموش رہنے کی بنا پر انھیں ابن السکیت کہا جاتا تھا۔

کلمات حکمت

● "جو شخص خود اپنی ذات سے خوش رہے گا اس سے ناراض ہونے والے زیادہ رہیں گے۔"

(انسان کو ہمیشہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے اور کسی وقت اپنے اعمال کا غرور نہیں پیدا ہونا چاہیے کہ خود پسندی کسی وقت بھی انسان کو تباہ و برباد کر سکتی ہے۔)

● "صبر کرنے والے کی مصیبت اکہری ہوتی ہے اور فریاد کرنے والے کی دُہری۔"

(صبر کرنے والا صبر کرتا ہے تو مصیبت کے بعد اجر پا جاتا ہے اور صرف مصیبت ہی کا اثر رہ جاتا ہے اور فریاد کرنے والا اجر سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں جگہ کی مصیبت سے دوچار ہوتا ہے)۔

● "بیہودہ مذاق احمقوں کی تفریح ہے اور جاہلوں کا ہُنر۔"

(صاحبانِ علم و عقل اس قسم کی باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں جن سے وقار و احترام نفس میں فرق آجاتا ہے۔

● "بیداری نیند کو لذیذ تر بنا دیتی ہے اور بھوک سے کھانے کا مزہ بڑھ جاتا ہے۔"

(یعنی انسان اچھی نیند اور خوش ذائقہ طعام پسند کرتا ہے تو پہلے بیدار رہے اس کے بعد سوئے اور جب بھوک لگ جائے تب کھانا کھائے)۔

● اس وقت آخر کو یاد کرو جب گھر والوں کے درمیان رہو گے لیکن نہ کوئی طبیب کام آئے گا نہ حبیب۔"

(کاش انسان زندگانی دنیا کے اس انجام کی طرف متوجہ ہو جائے تو اس کے کردار میں عظیم انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ اہلِ دنیا جیتے جی کام نہیں آتے ہیں تو مرنے کے بعد کیا کام آئیں گے)۔